دمشق کی شہرۂ آفاق مسجد

الجامع الاموی

از جناب عبدالخالق صاحب سفارتخانۂ ہند، دمشق

دمشق ملک شام (سیریا) کی راجدھانی، بنوامیۃ کی کم وبیش ایک سو سالہ خلافت کا پایۂ تخت اور دنیا کا سب سے قدیم مستقل بسے رہنے والا شہر مشہور تاریخی پہاڑ جبل قاسیون کے ایک طرف، مشرقی جانب آباد ہے کیسی بھی تھوڑی سی اونچائی سے اگر دیکھا جائے تو جدید مغربی انداز کی عمارتوں کے علاوہ پرانے طرز کے مشرقی مکانات اونچی نیچی چھتوں کا ایک سلسلہ دور تک نظر آتا ہے۔ ان گھروں کے درمیان جابجا مسجدوں کے منارے بھی دکھائی دیتے ہیں مگر ان مناروں میں اپنی بلندی اور ایک امتیازی طرز تعمیر کے سبب مسجد بنوامیۃ کے منارے سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

یہ ہے عالم اسلام کی مشہور و معروف مسجد بنوامیۃ جسے الجامع الاموی اور جامع بنی امیۃ الکبیر" بھی کہتے ہیں جزیرۂ عرب اور بیت المقدس کے مقدس حرم اور مساجد کے بعد جامع اموی عالم اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم پختہ مسجد ہے اسے خاندان بنوامیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۷۰۵ عیسوی میں اس وقت بنوایا تھا جب کہ دمشق تاریخ کی سب سے عظیم مملکت کا پایۂ تخت تھا۔ اموی خلافت مشرق میں ترکستان، مغربی ہندوستان وافغانستان، مغرب میں اسپین و مغرب عربی تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایران عراق شام مصر اور الجزائر جیسے اہم ملک اس خلافت

کے دست نگر تھے۔

دمشق کی الجامع الاموی ایسے بقعۂ ارض پر قائم ہے جو نہایت قدیم زمانے سے کسی نہ کسی مذہب یا عقیدے کے ماننے والوں کے مقدس عبادت خانہ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے۔ تین ہزار سے بھی زیادہ سال پہلے اس جگہ قدیم شامیوں کا "معبد آرامیا" تھا۔ جہاں سامی نسل کے عرب "حَدَد" نام کے دیوتا کی عبادت کرتے تھے یہ اس وقت کے عقائد کے مطابق آندھی، بارش اور زرخیزی کا دیوتا تھا اور ظہور مسیح سے کچھ پہلے سے اسی جگہ قدیم رومیوں کا عظیم الشان معبد تھا جس میں جو پیٹر کا ایک بڑا اور باوقار بت نصب تھا۔ عرب مورخین اس عبادت خانے کو "معبد- بیوپٹر الدمشقی" (دمشقی جو پیٹر کے عبادت کدہ) کا نام دیا ہے۔ آرامی معبد اور جو پیٹر کے عبادت خانے کے تعمیری نشان آج بھی اس مسجد میں نظر آتے ہیں۔ اس تعمیر کی منقش اور مصور دیواروں پر دیوتا "حدد" کے زمانے کے بعض مبہم غیر نمایاں مگر یقینی آثار آج بھی ملتے ہیں۔ اس کے ستون، ستونوں کے اوپر خاص قسم کے نقش و نگار والی لگروں، کھڑکیوں کی اوپر کی چوکھٹوں، دروازوں، کھود کر کی گئی نقش کاری اور رنگ برنگ کے نقوش سے آج بھی جو پیٹر کے عبادت کدہ کے خدو خال کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

سنہ ۷۰۵ عیسوی میں جب اس قدیم عمارت کو آج کی جامع اموی کی شکل دی گئی تو یہ عیسائی دنیا کا ایک بے مثال گرجا گھر تھا جسے سینٹ جان کے گرجا گھر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ سینٹ جان حضرت یحییٰ علیہ السلام کا انجیلی نام ہے عیسائیت کے ماننے والے بھی مسلمانوں کی طرح حضرت یحییٰ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غسل اصطباغ (Baptism) دیا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی میں جبکہ عیسائیت کے ماننے والوں کی تعداد پھیل چکی تھی قدیم عربوں کا یہ آرامی اور پھر جو پیٹر کا معبد گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور شاید شامی اصل کے شہنشاہ

تھیودر و تھیوس کے زمانے میں جو شام و فلسطین کی رومی سلطنت کا سربراہ تھا۔ سنیٹ جان کے گرجا گھر (کنیسۃ ماریوحنا) کی مکمل شکل میں پوری شہنشاہی آب و تاب کے ساتھ معرض وجود میں آچکا تھا۔ اس عمارت کے کلیسائی آثار بہت واضح صورت میں آج بھی مسجد اموی کے بہت سے زاویوں اور خاص طور سے جنوبی دیوار اور مشرقی و مغربی مناروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے سنہ ۶۳۴ء میں دمشق کو فتح کر کے خلافتِ اسلامیہ میں شامل کیا۔ فتح دمشق کا واقعہ بھی اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کا ایک اہم واقعہ ہے۔ دمشق میں اسلام کے یہ مایۂ ناز دو جرنیل دو مختلف سمتوں سے داخل ہوئے۔ خالد بن ولیدؓ مشرق کی جانب سے بزورِ قوت داخل ہوئے اور ماریوحنا (سنیٹ جان) کے کلیسا کے شرقی دروازے تک پہنچے جبکہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ شہر دمشق میں موجودہ باب الجابیہ کی جانب سے ایک صلحی معاہدے کی رو سے داخل ہوئے۔ قانون فتوحات اور ضابطہ کے مطابق معرکہ آرائی کے بعد داخل ہونے والے فاتح کا یہ تسلیم شدہ حق رہا ہے کہ وہ معرکہ اور لڑائی کے ذریعے فتح کی ہوئی اراضی کا مالک ہوتا ہے چاہے اس آراضی میں عبادت خانے ہی کیوں نہ ہوں اس کے مقابلے میں صلح کے نتیجے میں مختلف اطراف کا عمل دخل معاہدہ کی شروط کے تحت ہوتا ہے۔ اس عظیم تاریخی عبادت خانے کی کلیسائی عمارت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کے مشرقی حصے میں مسلمان پنج گانہ ادا کرتے رہے جب کہ مغربی حصے میں عیسائی اپنے مذہبی فرائض ادا کیا کرتے تھے۔ عیسائیت و اسلام کے شعائر و مناسک کی ادائیگی کی یہ اختلاطی کیفیت پر امن طور پر اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے تک جاری رہی عرب مورخین نے نماز کے لئے اذانوں اور کلیسائی ناقوس کی بلند آوازوں کے روحانی اختلاط کی جا بجا تصویر کشی کی ہے۔ اس طویل مدت

تک قومی تعاون اور مذہبی رواداری کے زندہ نمونے پر یہ عرب مسلمان اور عیسائی دونوں ہی عمل پیرا رہے۔ مسلمان اور عیسائیوں نے اس عمارت میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے لئے محض اپنے اپنے بالترتیب مشرقی اور مغربی دروازے اختیار کئے جبکہ اندرونی عمارت میں کسی خاص تقسیمی حواجز کے قیام کی نوبت نہ آئی اور خلیفۂ وقت نے باوجود قوت و جبروت کے اس صورت حال کو بدلنے کے لئے کبھی بھی صلحی معاہدے سے روگردانی کے بارے میں نہیں سوچا۔ یہ اسلام کے فروغ اور رد وسعت اقتدار کا زمانہ تھا۔ اور یہ عظیم الشان عبادت خانہ خلافت اموی کے پایۂ تخت شہر دمشق میں واقع تھا جہاں خلفاء نے عوام سے خطاب اور خواص سے مشورے کئے اسی منقسم عبادت خانے میں خلفاء نے علماء وقت سے اہم دنیوی معاملات پر مشورے لینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ درحقیقت یہ خلفاء اسلام کی رواداری اور تسامح کی ایک بے نظیر مثال قائم کرنا چاہتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ بہرحال عیسائی بھی آسمانی کتاب اور خدا کے برگزیدہ نبی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ عبادت اور ضمیر کی آزادی کے بھی معترف و حامی تھے۔ شام کے ایک مؤرخ پروفیسر عفیف بہنسی نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عیسائی بہرکیف عرب تھے اور اس ہی ملک کے باشندے تھے۔ عربوں کے مسلمان ہونے سے قبل ان ہی عیسائی عربوں نے اپنے ملک شام کو رومی بیزنطینی غلامی سے آزادی حاصل کرنے میں قربانیاں بھی دی تھیں۔ یہ حقائق بھی اموی خلفاء کے گوشۂ ذہن میں تھے جس کی وجہ سے وہ ہم وطن عیسائیوں کے مذہبی خدمات کو باوجود بے قوت وطاقت کے ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں مشرق و مغرب میں دور دراز علاقوں میں پھیل چکی تھیں۔ مختلف فاتح جرنیل اپنی اپنی مہم کی تکمیل کے بعد مال غنیمت کے بے تحاشہ

انبار وں اور معرکوں کے نتیجے میں ہاتھ لگے غلاموں کے ساتھ لوٹ رہے تھے خلافت اموی کے جرنیل موسیٰ بن نصیر افریقہ و اندلس کی مہم کامیابی کے بعد ولید بن عبدالملک کے فرمان کے مطابق جب شام کے دارالخلافہ دمشق واپس لوٹا تو براہ راست جامع اموی کا رخ کیا جہاں ولید جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ کی خدمت میں اسپینی اور افریقی شہزادوں اور سربراہوں کو پیش کیا۔ لاتعداد غلاموں کو قید کر کے لانے کی اطلاع دی اور مال غنیمت خلیفہ کے حوالے کیا۔

خلافت اموی کی شان و شوکت، دبدبے اور قوت کو مختلف سمتوں سے خراج عقیدت پیش کی جانے لگی تھی۔ روم اور یورپ کے دوسرے سربراہوں کے یہاں سے تحائف و ہدایا کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا سلطنت کی ہیبت کو برقرار رکھنے کے لئے اب اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی جانے لگی تھی کہ پایۂ تخت دمشق میں ایک علیحدہ جامع مسجد بھی ہو جہاں سے خلیفہ خطاب کرے اور اس کی آواز خلافت کے گوشے گوشے میں سنی جائے اور جہاں مختلف علاقوں اور ملکوں سے وارد ہونے والے وفود اور امراء کا استقبال کیا جا سکے۔ ایک نئی عمارت تعمیر کرنے کی بجائے جس کی تکمیل میں ایک طویل مدت کی ضرورت پیش آتی۔ خلیفۃ المسلمین نے عیسائی رہنماؤں سے گفت و شنید کو ترجیح دی اور ان سے اس پوری عمارت کو مسجد میں تبدیل کرنے کے ارادے کا ذکر کیا۔ عیسائی راہبوں نے خلیفہ کے اس عزم کے خلاف احتجاج کیا ولید بن عبدالملک کو اس پر مایوسی ہوئی بالآخر ولید کے بھائی المغیرہ کے مشورے سے عیسائی اور مسلمان رہنماؤں کی ایک مشترکہ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ صلح کے پرانے معاہدے پر غور و خوض ہوا بحث و مباحثے کے بعد سب اراکین نے یہ اقرار کیا کہ صلح کے تحت تو عیسائیوں کو "جامع اموی" کا یہ آدھا حصہ بھی اب تک واپس

کر دینا چاہیئے تھا۔ لیکن ولید بن عبدالملک نے اپنی رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت اس طرح دیا کہ بغیر معاوضے کے مسجد کے اس دوسرے حصے کو حاصل کرنا مناسب نہ سمجھا مسیحیوں کے اس آدھے حصے کو خالی کرنے کے عوض چار عالی شان گرجا بنا کر دیئے اور اس کے علاوہ ایک بہت بڑا پرشکوہ گرجا گھر "کینسہ ماریوحنا" کے نام سے تعمیر کرا کے دیا۔ یہ اموی خلیفہ کی رواداری اور وضعداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ مسلمانوں نے اپنی قوت و جبروت کے دور میں اخوت و قومیت اور جذبہ تسامح کی مثال پیش کی۔ اس طرح سے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ برتاؤ کیا اور یہ تھا عربوں کا معاملہ دوسرے عربوں کے ساتھ۔

اس پرانے معبد اور پھر گرجا گھر کی بنیادوں اور دیواروں پر الجامع الاموی کی تعمیر نو کا کام شروع ہوا۔ مختلف روایتوں کے مطابق آٹھ سے دس سال تک یہ کام جاری رہا۔ زیادہ وقت مسجد کی خوشنمائی کے کاموں پر صرف ہوا۔ ولید بن عبدالملک کو اپنے دینی جذبے کے تحت مساجد کی تعمیر کا شوق تھا۔ اسی خلیفہ کے زمانے میں مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی تعمیر نو ہوئی۔

دمشق کی یہ شہرۂ آفاق مسجد مکمل ہونے کے بعد عالم اسلام کی عظیم عمارتوں میں شمار کی گئی۔ امام شافعیؒ نے اسے دنیا کے چند عجائبات میں سے شمار کیا۔ اس کی تعمیر نو پر ملک شام کا سات سال کا خراج صرف ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ایک کروڑ دو ہزار طلائی دینار خرچ ہوئے۔ اور بے شمار مزدوروں، معماروں ہنرمندوں اور فنکاروں کو اس کی تعمیر پر متعین کیا گیا۔ ماہر سنگ تراش، عمدہ لکڑی کا کام کرنے والے اور دھاتوں کے باریک امتزاجی استعمال کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد نے بھی اس مسجد کی تعمیر و تجمیل میں حصہ لیا۔ دور دراز کے مختلف ملکوں سے فن کار اور ہنرمند کاریگر بلائے گئے۔ ایران، روم، یونان، مصر اور افریقہ کے

معماروں اور ہنرکاروں کے علاوہ ہندوستان کے تجربہ کار کاریگروں نے بھی اس مسجد کی تعمیر اور خوشنمائی میں حصہ لیا۔ مختلف قسم کے پتھر اور دوسرے ضروری عمارتی سامان بھی مختلف ملکوں سے منگائے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مسجد پر خرچ و اخراجات کے حساب کتاب اور کاغذات کو اٹھارہ اونٹوں پر لاد کر منتقل کیا گیا تھا جو بعد میں جلا دیئے گئے۔

فن تعمیر کے اعتبار سے مسجد اموی ایک نہایت اعلیٰ درجے کے پلان کے تحت بنائی گئی ہے۔ اس میں ایک بڑا وسیع صحن ہے جو تین طرف سے اونچے اونچے چوکور و مضبوط ستونوں والے چوڑے دالانوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس صحن کے جنوب میں مسجد کا اونچی چھت سے ڈھکا وسیع و عریض ہال ہے۔ اس چھت والے حصے اور تین طرفہ دالانوں کی اونچائی برابر ہے یہ۔ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کا طرز ہے۔

جامع اموی کے اندرونی ڈھکے ہوئے حصے کو تین اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو قدیم مسیحی دیوار جس سے قبلہ کا تعین ہوتا ہے کے متوازی ہیں۔ البتہ ان اجزاء کی ترتیب مشرق سے مغرب کی جانب چوڑان میں ہے جو درمیانی جز کے سلسلے میں مختلف ہے یہ جز شمال سے جنوب کی طرف پھیلتا چلا گیا ہے اس کے وسط میں ہی قبۃ النسر ہے یہ جز محراب تک جاتا ہے۔ اس مسجد کا یہی درمیانی جزء سب سے زیادہ خوشنما اور دلکش ہے جو نہ صرف خوبصورتی تنسیق و ترتیب میں اپنی مثال آپ ہے بلکہ باقی مسجد کی حر وقار خوبصورتی میں بھی چار چاند لگاتا ہے مسجد کے کھلے صحن میں بیچوں بیچ ایک فوارہ ہے جس کو ایک گول کم و بیش تین فٹ اونچی دیوار سے گھیر لیا گیا ہے یہ پانی وضو کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اندرونی دالان کے دونوں طرف دو منارے ہیں جو واضح طور پر گرجا گھر کے پرانے مربع شکل میں اٹھائے ہوئے مناروں کے قاعدہ پر بنائے گئے ہیں ان مناروں پر پہلے

ناقوس آویزاں تھے۔ ایک تیسرے منارے کی بھی تعمیر ہوئی ہے جو شمالی حصے کے بالکل وسط میں ہے اس منارے کو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "العروس" (دلہن) بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد کی دیواروں پر اور خاص طور سے اندرونی دالان کی صحن سے متصل دیوار پر قیمتی پتھروں، جواہرات، سنہری پتروں اور مختلف رنگوں سے پچی کاری کی گئی تھی اس پچی کاری اور مرقع کاری کے لئے سامان و کاریگر ہندوستان، یونان اور ایران سے منگائے گئے تھے۔ دیواروں پر اسی پچی کاری کے ذریعے سبزہ زاری اشجار و اعزاس، پانی اور موسم بہار کے مناظر بنائے گئے تھے۔ یہ مناظر آج بھی قبہ کے نیچے اندرونی صحن کی دیوار پر بالکل صاف اور واضح نظر آتے ہیں۔ آج اس باریک و پیچیدہ کام کو دیکھ کر کوئی بھی استحسان و استعجاب کے جذبات کو نہیں چھپا سکتا۔ دسویں صدی کے ایک مشہور عالم جغرافیہ نے لکھا ہے کہ مسجد اموی کے درو دیوار پر ہر شہر اور مشہور شہر کے خوش رنگ مناظر کی نہایت خوبصورت اور باریک پچی کاری کے ذریعے عکاسی کی گئی ہے۔ دمشق کے پرانے بسنے والوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ ولید بن عبدالملک نے اس رنگا رنگ پچی کاری کے ذریعے قرآن کریم میں دیئے گئے جنت اس کے باغوں، نہروں اور سبزہ زاروں کو بیان کرنے کی کوشش کی تھی۔ مسجد کی دیواریں شفاف رخام و مرمر سے ڈھانکی گئی تھیں۔ آج بھی اس رخام کے بقایا آثار موجود ہیں۔ رخام کا استعمال انسانی قد سے تھوڑی اونچائی تک کیا گیا تھا جس کے بعد دیواروں کو پچی کاری سے مزین کیا گیا ہے۔ دمشق کی مسجد بنی امیہ میں استعمال کی گئی پچی کاری اور موزائیک کا کام دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ ایک دمشقی مورخ و ماہر آثار کے خیال کے مطابق اس پچی کاری کے کام اور موزائیک کے بنانے میں بنیادی رول شامیوں کا ہی رہا ہے۔ اس کے ثبوت میں وہ ان کارخانوں کے آثار کو پیش کرتے ہیں۔ جہاں موزائیک

تیار کئے جاتے تھے۔

— اس مسجد کے چھ دروازے ہیں۔ ۱۔ مشرقی دروازہ۔ باب البرید معبد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ ۲۔ مغربی دروازہ۔ باب جیرون دمشق کا پرانا نام اب باب النوفرۃ کہلاتا ہے۔ ۳۔ قبلہ کی جانب دو دروازے ہیں جن میں ایک قدیم دروازے کی تین کھڑکیاں ہیں اور آج کل بند ہے حضرت معاویہؓ مسجد اموی کے قریب اپنے محل سے نکل کر اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ ۵۔ ایک اور دروازہ جو نسبتاً چھوٹا ہے اور آج بھی کھلا ہوا ہے۔ باب الزیادۃ۔ یا باب العمارۃ کے نام سے مشہور ہے اور ۶۔ چھٹا دروازہ شمال میں باب الکلاسۃ ہے۔ صحن کے آخر میں دونوں طرف تھوڑے اونچے ستونوں پہ قبے بھی نظر آتے ہیں ان قبوں پر بے مثال پچی کاری کی ہوئی ہے۔ پچی کاری یا موزائیک کے ان بے نظیر نمونوں میں کہیں بھی کسی انسان یا جانور کی شبیہ نہیں ملتی تاکہ مسجد میں بنے ان شبیہات کو کوئی تقدس حاصل نہ ہو جاتے جو اسلام کے عقیدہ توحید کے عین مطابق ہے

ماضی میں پے در پے کئی زلزلوں اور آگ لگ جانے کے حادثوں کے سبب پچی کاری کے ان نمونوں کا بیشتر حصہ اکھڑ کر گر گیا ہے۔ ان خالی جگہوں کو دوبارہ پر کرنے کی بھی کئی مرتبہ کوشش کی گئی ہے۔ بعض جگہوں پر چونے کا پلاسٹر کر دیا گیا ہے۔ حال ہی میں بعض دیواروں پر چونے کی سفیدی دھلنے کے بعد بھی خوبصورت پچی کاری کی تختیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ مرمت وغیرہ کے کسی مرحلے پر ان دیواروں کی خوبصورتی کو محفوظ کرنے کے لئے چونا پھیر دیا گیا تھا جو بعد میں دھویا نہیں گیا تھا۔

مسجد کے بیچوں بیچ بلوری قندیلیں آویزاں تھیں جو سونے کی زنجیروں کے ذریعے چھت سے لٹکائی گئی تھیں ان قندیلوں میں مشک رکھی جاتی تھی جس سے

مسجد کی فضا میں ہر وقت خوشبو تیرتی رہتی تھی۔ ایک نہایت نادر اور قیمتی فانوس کا ذکر بعض تاریخی کتابوں میں ملتا ہے جسے "القلیلة" کہا جاتا تھا مسجد کے اندرونی حصہ میں ہمیشہ کی طرح آج بھی نہایت قیمتی اور دلکش قالین بچھے ہیں مسجد کے گائڈ آج بھی بہت سے قالینوں کے بارے میں یہ بتانا نہیں بھولتے کہ وہ کئی سو برس پرانی ہیں اور ان سے بعض تاریخی تذکرے وابستہ ہیں۔ مسجد اموی کے اندر بائیں جانب ایک بڑے سے پرشکوہ قبہ کے نیچے سنگ مرمر کے ستونوں سے گھری ہوئی قبر ہے۔ یہ قبر حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ہے۔ ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام کی قبر شام کے دوسرے سب سے بڑے شہر حلب کی جامع مسجد میں ہے دمشق کی مسجد اموی میں حضرت یحیٰی کی قبر کے پاس ہی کہتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ بھی دفن ہیں۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام جب اردن وشام کے مختلف علاقوں میں جاجاکر لوگوں کو نیکوکاری کی دعوت دے رہے تھے۔ خطا کاری کے خلاف تنبیہ کر رہے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت سنا رہے تھے شہنشاہ هیرودوس نے سالومی نام کی ایک عورت کے ایما پر آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق سالومی نے آپ کا سر مبارک حاصل کیا اور دمشق لاکر دفن کر دیا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کو مسجد کی تعمیر کے درمیان گرجا گھر کی ایک جانب ایک صندوق زیر زمین ملا تھا جس میں یہ سر مبارک موجود تھا اس صندوق پر یہ لکھا تھا کہ یہ حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کا سر مبارک ہے یہ صندوق اسی جگہ رہنے دیا گیا اور ایک قبر بنادی گئی۔

اس مسجد سے متعلق ایک واقعہ حضرت امام حسین بن علیؓ کے بارے میں بھی بتایا جاتا ہے جو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ کربلا میں شہادت کے بعد

عمر بن سعد نے سیدنا امام حسینؑ کا سر مبارک تن سے جدا کیا اور دمشق یزید کے پاس بھیج دیا تھا۔ یزید نے یہ سر مبارک آپ کی ہمشیرہ سیدۂ زینب رضؓ کو لوٹانے کا حکم دیا اور بعد میں سر مبارک مسجد اموی کے ایک کونے میں دفن کر دیا گیا۔ اس جگہ کو "مقام راس سیدنا حسینؑ" کہا جاتا ہے ہزاروں عاشقین اہل بیت اس جگہ کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ حضرت زینب رضؓ بھی دمشق سے چھ سات میل کے فاصلے پر دفن ہیں جہاں ہندوستانی زائرین بھی بکثرت نظر آتے ہیں۔

بہت کم پایۂ تخت شہر ایسے ہوں گے جو تاریخ میں اس قدر انقلابات سے دو چار ہوئے ہوں گے سیاسی ریشہ دوانیوں کے علاوہ بہت سے زلزلوں اور آگ لگ جانے کے حادثوں کا بھی یہ شہر شکار رہا ہے جس کے سبب اس کی عظمتِ رفتہ کے بہت سے نشانات مٹ گئے ہیں۔ جامع اموی نے بھی ابتداء اسلام سے ہی دمشق کے بہت سے ناگفتہ بہ حالات دیکھے ہیں۔ یہ تاریخی مسجد محض ۱۰۶۸ عیسوی تک ہی صحیح معنی میں اپنی اموی شان و شوکت اور بے مثال فن عمارت کی آب و تاب بر قرار رکھ سکی اسی سال دمشق میں عباسیوں اور فاطمیوں کے درمیان فتنہ برپا ہوا۔ شہر کے مختلف علاقوں میں قتل و غارت گری کا دور دورہ رہا۔ مخالف علاقوں میں آگ کے گولے پھینکے گئے۔ اسی زمانے میں مسجد اموی کے قریب واقع حضرت معاویہ رضؓ کا بنوایا ہوا محل "القبة الخضراء" جو بعد میں سب ہی اموی خلفاء کی سرکاری رہائش گاہ بنا رہا" پر شدید سنگ باری کی گئی جس کے سبب محل میں آگ لگ گئی تھی اور یہ آگ مسجد اموی تک پہنچ گئی تھی یہ آگ اس قدر بھیانک تھی کہ مسجد اموی کا بیشتر حصہ خاکستر ہو گیا تھا اور سوائے دیواروں کے کچھ باقی نہ رہا تھا۔ ۱۰۸۲ عیسوی میں مسجد کی مرمت کی گئی مرمت پر بے پناہ خرچ کیا گیا۔ مگر ماضی کی شان شوکت واپس نہ آسکی اس کے بعد آگ لگنے کے

کئی واقعات چھوٹے پیمانے پر ہوئے۔ مسجد کے چاروں طرف پھیلے ہوئے بازاروں اور رہائشی محلوں میں بھی آگ لگنے کے کئی واقعات ہوئے اور ان سے بھی مسجد کو جزوی طور پر نقصان پہنچتا رہا۔ ۱۳۴۹ عیسوی میں ایک مرتبہ اور وسیع پیمانے پر زبردست آگ لگ جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اس مرتبہ دمشق کے کئی رہائشی محلے، خوبصورت علاقے تجارتی بازار اور کئی مسجدیں اس آگ کی زد میں آئیں مسجد اموی بھی اس حادثے سے محفوظ نہ رہ سکی۔ مشرقی منارہ اور مسجد کے دوسرے کئی مشرقی حصوں کو اس آگ سے نقصان پہنچا۔ کئی زلزلوں کے سبب بھی اس مسجد کی عمارت کو نقصان پہنچا ہے۔ ۱۱۵۷ء اور ۱۲۰۰ عیسوی کے زلزلوں سے تو مسجد کے بہت سے حصے منہدم ہو گئے تھے۔ پہلے ایک منارہ ٹوٹا اور دوسرے زلزلے میں دوسرا۔ ان کی بعد میں مرمت کر دی گئی تھی۔

بروز شنبہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۱۱ ھجری (۱۸۹۳ عیسوی) کو جب کہ مسجد کی چھت کے بعض حصوں کی مرمت کا کام جاری تھا۔ ایک مزدور کے حقے کی آگ سے نکلی ہوئی ایک چنگاری کے سبب ایک اور بھیانک آگ لگنے کا حادثہ پیش آیا یہ نہایت دردناک حادثہ تھا۔ جس میں مسجد کا بیشتر حصہ پھر جل کر راکھ ہو گیا شہر کے مخیر اور صاحب حیثیت افراد کے عطیوں کے سبب مسجد کی مرمت کا کام ۱۸۹۶ عیسوی میں شروع کر دیا گیا۔ جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔

مسجد اموی کے باہر ایک سمت میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی ہے۔